مستشرقین کا فنِ سیرت نگاری اور مسلمانوں کی ذمہ داری

ڈاکٹر محمد ذکی

آج تک جتنی کتابیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر لکھی گئی ہیں اتنی غالباً دنیا کے کسی بھی دوسرے انسان کی سیرت پر نہیں لکھی گئیں۔ ان سیرت نگاروں میں بلاشبہ اکثریت اُن عقیدت مندوں ہی کی ہے جو آپ کے دامنِ رسالت سے وابستہ ہیں، لیکن ایک بہت بڑی تعداد اُن اہلِ قلم کی بھی ہے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے تو قائل نہیں لیکن مختلف وجوہ کی بنا پر سیرت اور تاریخِ اسلام سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں، مثلاً وہ یہودی اور عیسائی مصنفین (جو مستشرقین کے نام سے موسوم ہیں اور) جنھوں نے تقریباً ایک ہزار سال کی مدت میں سیرت اور تاریخ اسلام پر بے شمار کتابیں لکھی ہیں اور اب بھی پورے انہماک کے ساتھ لکھ رہے ہیں۔ ان کا ایک علمی کارنامہ یہ بھی ہے کہ انھوں نے بڑی تلاش وجستجو کے بعد اصل اور قدیم مآخذ کا سراغ لگایا اور دنیا کے گوشہ گوشہ سے قلمی نسخوں کو جمع کیا، انھیں ایڈٹ کیا اور مختلف زبانوں میں ان کے ترجمے بھی شائع کیے۔ اس طرح انھوں نے اسلام پر اتنا وسیع علمی سرمایہ مہیا کر دیا ہے کہ اب جو بھی سیرت یا اسلام پر قلم اٹھاتا ہے اس کے لیے ان کی تصانیف سے استفادہ یا تعرض ناگزیر ہو جاتا ہے۔

ان کی علمی کاوشوں کو عام طور پر سراہا گیا ہے لیکن اسلامی حلقوں میں یہ احساس برابر رہا ہے کہ انھوں نے سیرت اور اسلام کو پیش کرنے میں علمی دیانت، غیر جانبداری اور وسعت نظر سے کام نہیں لیا بلکہ غلط بیانی اور تعصب سے کام لیتے ہوئے جان بوجھ کر واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے اور تاریخِ اسلام کو مسخ کرنے کی منظم کوشش کی ہے۔

اگر یہ الزام صحیح ہے تو بہت سنگین اور دور رس نتائج کا حامل ہے۔ کیونکہ مستشرقین نے نہ صرف انگریزی بلکہ دنیا کی اور دوسری زبانوں میں بھی اسلام پر بے شمار کتابیں لکھی ہیں لہٰذا وہ تمام لوگ جو عام طور پر عربی یا مسلمانوں کی تصانیف سے براہ راست استفادہ نہیں کر سکتے انہی کی کتابیں پڑھیں گے اور وہی کچھ جان اور سمجھ پائیں گے جو وہ اسلام کے بارے میں بتانا اور سمجھانا چاہتے ہیں اس طرح ان کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر نہیں آپائے گی اس کے علاوہ آنے والی نسلیں جو اسلام کو ان مستشرقین کی نظروں سے دیکھیں گی وہ بھی اسلام سے بدگمان ہی رہیں گی۔

ان حالات کے پیش نظر اس بات کی ضرورت ہے کہ ان کی تصانیف کا متوازن اور محققانہ جائزہ پیش کیا جائے، ان کی خوبیوں کا کھلے دل سے اعتراف اور خامیوں کو آشکارا کیا جائے تاکہ دنیا اندھیرے میں نہ رہے اور اسلام کو اس کے صحیح روپ میں دیکھ سکے۔ زیر نظر مقالہ میں اسی امر کی کوشش کی گئی ہے۔

مستشرقین کی تصانیف کا تنقیدی جائزہ لینے سے پہلے اُن حالات پر بھی نظر ڈال لینی چاہیے جن میں یہ کتابیں لکھی گئی ہیں تاکہ اُن عوامل کی نشاندہی ہو سکے جو ان علمی کاوشوں کی تہہ میں کار فرما رہے ہیں۔ یہاں ہم چند تاریخی حقائق آپ کے سامنے رکھتے ہیں جن کی روشنی میں امید ہے معاملہ کی نوعیت سمجھنے میں مدد ملے گی۔

(۱) قرآن کریم نے صراحت کی ہے کہ تاریخ انسانی کے ابتدائی دور سے ہی خالق کائنات کی طرف سے ہر دور اور ملک میں اللہ کی بندگی کی دعوت دینے والے رسول آتے رہے ہیں اور بہت سی قوموں کی ہدایت کے لیے مستقل کتابیں بھی نازل ہوئی ہیں لیکن ان رسولوں کے پیروؤں نے اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل اور دنیوی فوائد کی خاطر اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام میں رد و بدل کر ڈالا اور کتابوں میں تحریف کر دی اس طرح انھوں نے اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں (اسلام) کو مسخ کر دیا۔ بالآخر اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اسی قدیم دینِ اسلام کا احیاء فرمایا اور بتایا کہ نوعِ انسانی کی فلاح کا یہی ایک راستہ ہے کہ اللہ کی بندگی اختیار کی جائے، اس کے سوا تمام طریقے گمراہی پر منتج ہوتے ہیں۔

اس سلسلہ میں دنیا کے دوسرے مذاہب سے تعرض ناگزیر تھا اس لیے قرآن نے دنیا کے مشہور مروجہ مذاہب کی تاریخ پر روشنی ڈالی، اُن کی خصوصیات بیان کیں، ان کے ماننے والوں کے

کارنامے بیان کیے اس کے ساتھ ہی ساتھ ان کی غلط روش پر نکتہ چینی بھی کی۔

چونکہ قرآن سب سے بعد میں نازل ہوا ہے اس لیے اس میں دوسرے مذاہب سے تعرض کیا گیا ہے جبکہ دوسرے مذاہب کی کتابوں میں اسلام اور مسلمانوں سے تعرض کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۲) اس ضمن میں قرآن نے یہودیوں اور عیسائیوں کی تاریخ پر بھی روشنی ڈالی، ان کے عقائد کی اصل بتائی اور ان کے عقاید و کردار پر بھی تنقید کی۔ انھیں سمجھایا کہ تم اپنے مروجہ مذاہب سے خود اپنے ہی ڈالے ہوئے پردے اٹھا دو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی دین کی دعوت دے رہے ہیں جس کی حضرات موسیٰؑ اور عیسیٰؑ دے چکے ہیں، تمہاری اور دنیا کی تمام آسمانی کتابوں کی سچائیاں قرآن میں سمیٹ لی گئی ہیں اس اعتبار سے اسلام اقوام عالم کی کھوئی ہوئی میراث ہے جو اب عام کی جارہی ہے۔

(۳) اس کا ردّعمل یہ ہوا کہ عام طور پر یہودیوں اور عیسائیوں نے جو سرزمین عرب میں بھی آباد تھے اسلام کی دعوت کو رد کردیا۔ اس کے نتیجہ میں بحث و استدلال کا سلسلہ شروع ہوا جس کی زد میں ان کے بنیادی عقاید بھی آگئے، تنقید انھیں ناگوار تھی اور مروجہ اصول مذاہب کو ترک کرنا گوارہ نہیں تھا۔ انھوں نے سخت رویہ اختیار کیا، بالآخر ان سے اسلام کا تصادم ہوا، متعدد جنگیں ہوئیں اور بتدریج انھیں سرزمین عرب سے نکلنا پڑا۔

انھیں اپنی شکست کا احساس تھا، اور دلوں میں جذبۂ انتقام موجزن تھا، یہی تلخ یادیں لیے ہوئے یہودی اور عیسائی مشرق وسطیٰ کے مختلف علاقوں میں آباد ہو گئے لیکن یہ تلخ یادیں ان کی نسلوں میں منتقل ہوتی رہیں۔

(۴) اس کے بعد خلافت راشدہ کا دور آیا، اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا، ایران و عراق، شام و فلسطین اور مصر بھی مسلمانوں کے قبضے میں آگئے۔ ایک طرف ساسانی اور دوسری طرف سلطنتِ رومہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ پھر خلافت بنو امیہ کے دور میں اسپین اور یورپ کی سرزمین میں اسلامی پرچم لہرانے لگا۔ ان فتوحات نے دنیا کا نقشہ ہی بدل دیا لیکن سب سے زیادہ یہودی اور عیسائی متاثر ہوئے کیونکہ

(ا) ان کا بہت بڑا سیاسی نقصان ہوا تھا' وہ اس طرح کہ سلطنت روم عیسائیت کی علمبردار اور محافظ تھی اور اس کا دائرۂ اقتدار بہت وسیع تھا۔ یورپ کے بیشتر ممالک کے علاوہ مصر اور شام و فلسطین کے زرخیز علاقے بھی اس کی قلمرو میں شامل تھے لیکن ان علاقوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور رومیوں کو ہر جگہ پسپا ہونا پڑا، اور بالآخر سلطنت روم کا شیرازہ بکھر گیا اس کی وجہ سے عیسائیت کو بہت بڑا دھکا لگا۔

ان علاقوں میں جو مسیحی امراء اور جاگیر دار تھے وہ جاگیروں سے محروم ہو گئے اور سلطنت روم کی ان علاقوں سے جو آمدنی ہوتی تھی وہ بھی ختم ہو گئی۔ یہ سیاسی نقصان ان علاقوں ہی تک محدود نہیں رہا کیوں کہ اس کے بعد اسلامی افواج سرزمین یورپ میں بھی داخل ہو گئیں اور وہاں کے برسر اقتدار طبقہ' امراء اور جاگیرداروں کو بھی فکر لاحق ہو گئی۔ اس طرح ایک سیاسی بحران پیدا ہو گیا۔

(اا) مذہبی حیثیت سے بھی عیسائیت اور یہودیت کو بہت بڑا صدمہ پہنچا تھا۔ فلسطین (بیت المقدس) یہودیوں اور عیسائیوں کا ایک قدیم مذہبی اور روحانی مرکز تھا جو اب مسلمانوں کا دوسرا مذہبی مرکز بن چکا تھا۔ یہودی اور عیسائی ان علاقوں میں ذمی کی حیثیت سے رہ رہے تھے یا نکل چکے تھے۔ مسلمانوں کا بیت المقدس پر قبضہ یقیناً یہود و نصاریٰ کو کھٹک رہا تھا۔

اس کے علاوہ بڑی تعداد میں عیسائی دائرۂ اسلام میں داخل ہو رہے تھے' یہ دوسرا نقصان ہو رہا تھا۔ خود عیسائیوں کو اپنے مذہب کے بارے میں طرح طرح کے شبہات پیدا ہو رہے تھے بالخصوص اسلام کے مقابلہ میں عیسائیت کے اصولوں کو سنبھالنا بہت مشکل ہو رہا تھا' یہ وہ صورت حال تھی جس سے یہودیوں بالخصوص عیسائیوں کا مذہبی طبقہ بہت پریشان تھا۔

(ااا) حکمراں طبقے اور مذہبی اجارہ داروں کے علاوہ تجارت پیشہ لوگوں پر بھی اسلامی فتوحات کا گہرا اثر ہوا۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے۔ بہت قدیم زمانہ سے مشرق و مغرب کے درمیان بحری راستہ سے جو تجارت ہوتی رہی تھی اس پر عربوں کا تسلط تھا۔ جنوبی عرب کے تاجر سمندری راستہ سے ہندوستان، جزائر ہند' لنکا (سیلون) اور چین وغیرہ سے سامانِ تجارت جہازوں پر لاد کر یمن کے بندرگاہوں تک لے جاتے۔ وہاں سے افریقہ کے بندرگاہوں پر لے جا کر فروخت کرتے تھے۔ پھر مکّہ کے تاجر (قریش) عدن وغیرہ سے یہ سامان بحر احمر کے کنارے کنارے

ہوتے ہوئے مکہ میں لاتے، پھر مدینہ کے قریب سے گزرتے ہوئے شام تک لے جاتے تھے اور وہاں خوب نفع کے ساتھ یہ چیزیں فروخت کرتے تھے۔ وہاں سے یہ مشرقی اشیاء بحیرۂ روم کی بندرگاہوں سے گزر کر یورپ کے ممالک میں فروخت ہوتی تھیں۔ لیکن یورپ کے تاجروں کو مشرق سے برآمد شدہ چیزیں عرب تاجروں ہی سے خریدنا پڑتی تھیں کیونکہ بحیرۂ روم اور ہندوستان کے درمیان کا بحری راستہ عربوں کے تسلط میں تھا، یہ چیز یورپ، افریقہ اور ایران کو شاق گزرتی تھی لیکن مختلف وجوہ کی بنا پر یہ تینوں حکومتیں عربوں کو اس بین الاقوامی تجارت سے بے دخل نہ کرسکیں[۱]۔

سلطنتِ روما اس تجارتی شاہ راہ پر کنٹرول تو کیا حاصل کرتی خود بحیرۂ روم کے بندرگاہوں کو بھی کھو بیٹھی۔ اس سے یورپ کا نظامِ تجارت درہم برہم ہوگیا اور وہاں کے تاجر پریشانی میں پڑ گئے۔

ان اشارات سے یہ بات بآسانی سمجھی جاسکتی ہے کہ اسلامی عروج اور فتوحات سے عیسائیوں کا برسرِ اقتدار طبقہ سیاسی طاقت سے محروم ہوا، مذہبی طبقہ اور امرا اور جاگیرداروں ہی کے مفادات پر ضرب نہیں پڑی تاجروں کو بھی نقصان پہونچا، لیکن یہ سب مل کر بھی اسلامی فتوحات کے سیلاب کو روکنے میں بُری طرح ناکام ہوچکے تھے اور انھیں یہ بھی ڈر تھا کہ یورپ کے باقی ماندہ علاقوں میں بھی کہیں مسلمانوں کے قدم نہ جم جائیں۔ لہٰذا ان تمام طبقوں نے مل کر پھر ایک منظم کوشش کی کہ اپنے کھوئے ہوئے علاقے مسلمانوں سے واپس لیں۔

(۵) اس مقصد کے حصول کے لیے سیاسی طاقتیں، امرا، جاگیردار، پادری اور تاجر سب مل گئے، اپنے اپنے مفادات کے تحفظ اور کھوئے ہوئے اقتدار کو حاصل کرنے کے لیے عوام کی حمایت ضروری تھی۔ وہ اس طرح حاصل کی گئی کہ انھیں بتایا گیا کہ اسلام عیسائیت کا سب سے بڑا دشمن ہے، اس نے مسیحی دنیا کو تباہ و برباد کرڈالا ہے، گرجاؤں کو مسجدوں میں بدلا اور عیسائیوں کو جبراً مسلمان بنایا جارہا ہے، صلیب توڑی جارہی ہے، اور عیسائیت "خطرہ" میں ہے۔ اٹھو اور اس وحشی قوم سے اپنے مقدس گرجاؤں کو بچاؤ۔ پادریوں، مقرروں، ادیبوں اور شاعروں نے اسلام کے خلاف مسیحی دنیا کے جذبات بھڑکائے، نتیجہ یہ نکلا کہ عیسائی فوجوں کا ایک سیلاب یورپ سے امنڈ آیا جو اسلامی

---

[۱] اس سلسلہ میں مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں تفہیم القرآن جلد ششم میں سورہ الفیل اور قریش کی تفسیر

دنیا کو بہالے جانا چاہتا تھا۔ یہی فوجی سیلاب اور تصادم صلیبی جنگوں کے نام سے مشہور ہے جس کا سلسلہ صدیوں تک جاری رہا۔ یہی وہ زمانہ ہے جب عوام کو مشتعل کرنے کے لیے جاہلوں کے علاوہ پڑھے لکھے اور سنجیدہ اہلِ قلم نے بھی نہ صرف جھوٹے، مہمل اور مضحکہ خیز باتیں پھیلائیں بلکہ اسلام کے خلاف نہایت رکیک الزامات لگائے۔

اس پس منظر اور ماحول میں سیرت اور اسلام پر جو کچھ لکھا گیا اور جس اسپرٹ کے تحت لکھا گیا اس میں کتنی علمی دیانت ہوگی اس کا سمجھنا کچھ زیادہ دشوار نہیں ہے۔

(۶) نفرت اور دشمنی کی فضا میں جبکہ ہر طرف زہر افشانی ہو رہی ہو اور اسلام کے خلاف مکروہ پروپیگنڈہ جاری ہو عوام کا تو کہنا ہی کیا تعلیم یافتہ طبقہ بھی بہہ جاتا ہے۔ اس سیلاب کو صرف وہی لوگ روک سکتے تھے جن کو اسلام کے بارے میں صحیح معلومات حاصل ہوں، جو ایمان داری اور دیانت سے کام لیں اور جن کا تنقیدی شعور بیدار اور پختہ ہو۔ لیکن یہی ایک طبقہ یورپ میں نا پید تھا۔

(۷) مغربی مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ سلطنت رومہ کا زوال پانچویں صدی عیسوی ہی میں شروع ہوگیا تھا اور اسلام نے اس تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی تھی۔ سلطنت رومہ کے زوال کے ساتھ ہی علم و تمدن کی شمعیں بھی گُل ہوگئیں اور ذہنی پستی اور تمدنی انحطاط کا عمل تیزی کے ساتھ شروع ہوا۔ اور تقریباً ایک ہزار سال تک اہلِ یورپ پر جمود طاری رہا۔ یہی وجہ ہے کہ پانچویں صدی سے لے کر تقریباً پندرہویں صدی تک کے اس ایک ہزار سالہ دور کو یورپ کی تاریخ میں تاریک دور (Dark Age) یا ازمنہ وسطیٰ (Medieval Period) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ایک طرف یہ حال تھا اور دوسری طرف مسلمان اپنی وسیع سلطنت میں عظیم الشان تمدنی مراکز قائم کر رہے تھے، علم و فن کی شمعیں روشن کر رہے تھے، ہر میدان میں بے مثل ترقی کر رہے تھے اور ہر اعتبار سے اقوامِ عالم کی قیادت کر رہے تھے، یہود و نصاریٰ کو اس کا دکھ بھی تھا اور اس پر حیرت بھی۔

(۸) اس حقیقت کو سب ہی تسلیم کرتے ہیں کہ جہاں جہاں مسلمانوں نے اپنی حکومت قائم کی وہاں انتہائی رواداری کا ثبوت دیا اور غیر مسلموں کو مذہبی آزادی دی، اُن کی جان،

مال، عزت و آبرو کی حفاظت کی، ان کے ساتھ انصاف کیا اور انتظامی معاملات میں بھی انھیں شریک کیا۔ امن و سلامتی کے اس ماحول میں ان غیر مسلموں کو اسلام کو قریب سے دیکھنے کا اور مسلمانوں کے اخلاق اور کردار جانچنے اور پرکھنے کا موقع ملا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بیشتر غیر مسلموں بالخصوص ان علاقوں کے عیسائیوں نے بخوشی اسلام قبول کرلیا اور اس کے پرجوش مبلغ اور علمبردار بن گئے لیکن یورپ کے عیسائیوں اور یہودیوں کی حالت بالکل مختلف تھی۔

یہ اسلامی دنیا سے الگ تھے، ان پر خوف مسلط تھا، ان کے کانوں میں زہر گھولا جارہا تھا، ان کے دلوں میں اسلام سے نفرت بھری جارہی تھی۔ ان کے مذہبی اور سیاسی رہ نما انھیں باور کرارہے تھے کہ اسلام عیسائیت کا حریف اور سب سے بڑا دشمن ہے۔

(۹) اسلام سے نفرت اور دشمنی کے اس ماحول میں اہلِ یورپ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تاریخِ اسلام پر کتابیں لکھنے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟ کیا اسلام کو سمجھنے کے لیے، اس کو صحیح ڈھنگ سے پیش کرنے کے لیے، عوام کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے؟ نہیں۔ ان میں سے کوئی مقصد نہیں تھا بلکہ صرف عیسائیت کا دفاع اور عیسائیوں کو اسلام قبول کرنے سے روکنا تھا۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے یورپ کے اہلِ قلم نے جو منصوبہ بنایا اس کا مختصر خاکہ اس طرح ہے:

عیسائیوں کو یہ بتایا اور سمجھایا جائے کہ عیسائیت ہی سچا مذہب ہے ابنیت (یعنی کہ حضرت مسیح خدا کے بیٹے ہیں) تثلیث (یعنی خدا، مسیح، اور روح القدس تین خدا اور تینوں ایک خدا ہیں)، اور کفارہ (یعنی حضرت مسیح نے صلیب پر جان دے کر عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کردیا) بالکل صحیح اصول ہیں۔ اسلام مسیحیت کی ضد ہے، مسلمان عیسائیوں کے دشمن ہیں، وحشی ہیں، گمراہ ہیں، انھوں نے عیسائیت کو زبردست نقصان پہنچایا ہے، ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ عیسائیوں کی زمینوں پر قبضہ کیا جائے، انھیں غلام بنایا جائے، ان کی "مقدس" صلیب کی توہین کی جائے، ان کے گرجاؤں کو مسجدوں میں بدل دیا جائے اور ان کے مال و دولت پر قبضہ کرلیا جائے۔

جب سے اسلام کا ظہور ہوا ہے عیسائیت برابر پسپا ہورہی ہے۔

چونکہ عیسائیت ایک سچا اور آسمانی مذہب ہے اس لیے جو بھی اس کا مخالف اور دشمن ہے وہ یقیناً گمراہ ہے۔ اسلام عیسائیت کا مخالف ہے اس لیے ایک باطل مذہب ہے، اور باطل مذہب

کو مٹانا عیسائیت کی سب سے بڑی خدمت ہے اور اس نیک مقصد کے لیے جو طریقے بھی اختیار کیے جائیں وہ جائز ہیں۔

اس مذہبی فریضہ کو ادا کرنے کے لیے یہی مناسب سمجھا گیا کہ اسلام کو انتہائی مکروہ شکل میں پیش کیا جائے اور خاص طور پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسی باتیں کہی جائیں جن سے یہ بات واضح ہو جائے کہ ایسی سیرت کا انسان ہرگز خدا کا رسول نہیں ہو سکتا چنانچہ جتنی جھوٹی، مہمل، مضحکہ خیز اور رکیک باتیں ممکن تھیں وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے بارے میں کہی اور لکھی گئیں [1]

چونکہ مستشرقین کی تصانیف ایسی باتوں سے بھری پڑی ہیں اس لیے ان کی فہرست مرتب کرنا بہت دشوار ہے البتہ چند خاص باتیں بطور نمونہ نقل کیے دیتے ہیں۔ نقل کفر کفر نباشد کہا گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک حقیر اور معمولی گھرانہ میں پیدا ہوئے، بے جوڑ شادی کی، شرک و بت پرستی میں مبتلا رہے، اپنی حیثیت اور مقام کو بلند کرنے کے لیے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، ایک قسم کے جنون کے دورے پڑتے تھے اسے وحی سمجھ لیا۔ یہ بھی کہا گیا کہ ایک پرندہ کو آپ نے تربیت دی تھی جو بلانے پر آپ کے کان میں پڑے دانے کھانے لگتا تھا، یہی آسمانی وحی تھی، اور ایک بیل یا اونٹ کو سدھا لیا تھا جو آواز دینے پر چلا آتا، اس کے سینگوں سے قرآن بندھا ہوتا تھا، بس یہی نزول قرآن تھا۔ آپ نے نہایت ہوشیاری سے عربوں کے مشرکانہ عقاید، اور یہودیوں اور عیسائیوں کے عقاید سے متاثر ہو کر ایک نیا مذہب اسلام کے نام سے چلایا، یہودیوں اور عیسائیوں سے کچھ باتیں سُن رکھی تھیں انہی کو ردو بدل کے ساتھ قرآن میں داخل کرلیا، دنیوی اغراض کی خاطر کچھ لوگوں نے اس مذہب

---

[1] حال ہی میں ایک کتاب "اسلام اور مغرب" از نارمن ڈینیل (Norman Daniel) شائع ہوئی ہے جس کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ (Edinburgh, 1960, 1962, 1966, 1980)
ظہور اسلام کے وقت سے اب تک یورپ کے عوام اور دانشوروں نے اسلام کے بارے میں جو کچھ کہا، سمجھا اور لکھا ہے، اسی کا ایک متوازن تجزیہ اس کتاب میں پیش کیا گیا ہے ——— مصنف موصوف نے اس عہد کی کتابوں کے حوالوں سے اسی مقصد کی وضاحت کی ہے جس کا اوپر ہم نے ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں مذکورہ بالا کتاب صفحہ ۲۲۹۔

کو قبول کرلیا۔ اکثر نے مخالفت کی، پھر آپ نے بت پرستی سے مصالحت کرلی لیکن جلدی اپنے قدم پیچھے ہٹالیے۔ مدینہ کی صورت حال سے فائدہ اٹھاکر وہاں قدم جمالیے، قریش کے قافلوں کو لوٹنا شروع کیا اور پھر حکومت قائم کرلی۔ کبھی کوئی معجزہ نہیں دکھایا، پہلے یہودیوں کو خوش کرنے کی کوشش کی اور پھر مخالفت، اور بالآخر انھیں اُن کے وطن سے نکال دیا، اُن کا قتلِ عام کیا جو اسلام کی پیشانی پر ایک بدنما داغ ہے۔ آپ کی ازدواجی زندگی بالخصوص حضرت زینبؓ اور حضرت عائشہؓ سے تعلقات کی نوعیت اور تعدد ازدواج سے صاف ظاہر ہے کہ ایسی سیرت کا انسان خدا کا رسول نہیں ہوسکتا۔ ایک باطل مذہب چلانے کی سزا یہ ملی کہ آپ کی وفات بہت ہی بُرے حالات میں ہوئی[1]، آپ کے بعد عربوں نے چاروں طرف لوٹ مار شروع کردی، جہاد کے نعرے لگائے، زبردستی مسلمان کیا، گرجاؤں کو مسمار کیا، ان کی جگہ مسجدیں بنائیں۔ اسلام کے اصول بھی اتنے ناقص ہیں کہ عیسائیت کے مقابلے میں ہرگز قابلِ قبول نہیں ہوسکتے، مثلاً جہاد، تعدد ازدواج، طلاق، غلامی[2]

(۱۰) مستشرقین کے مآخذ کیا تھے؟ کچھ تو وہ بے بنیاد اور مضحکہ خیز باتیں جو ہارے اور بھاگے ہوئے سپاہیوں نے یورپ میں مشہور کردی تھیں انہی کو سنجیدہ اہلِ قلم بھی بلاتکلف نقل کردیتے تھے، بلکہ جہاں ضرورت محسوس کرتے اپنی طرف سے فرضی داستانیں گھڑ لیتے تھے۔ اسلام کو بدنام کرنا، اسے باطل مذہب سمجھنا اور اس کی برائیاں کرنا عیسائیت کی خدمت تصور کیا جاتا تھا، اور اس کے لیے غلط بیانی جائز سمجھی جاتی تھی۔

---

[1] اگرچہ نقل کفر کفر نباشد پھر بھی جو باتیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کہی گئی ہیں ان کا نقل کرنا بھی بہت دشوار ہے مثلاً آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سلسلے میں لکھا گیا That he 'was eaten by dogs .... or by pigs' — Islam and the west, 40.

اس کے علاوہ کتنی بیہودہ باتیں کہی گئی ہیں اس کا اندازہ اسی سے لگا لیجئے کہ نارمن ڈینیل کو اپنی کتاب کا آغاز ہی ان الفاظ سے کرنا پڑا ہے کہ "ناقل الکفر لیس بکافر"

[2] یہ باتیں عام طور پر سب ہی مستشرقین نے لکھی ہیں۔ ان کے حوالے "اسلام اور مغرب" میں بھی دیکھے جاسکتے ہیں مثلاً ۳-۵، ۶۷، ۱۰۱، ۶-۷۹، ۸۰، ۶۸، ۹۲ وغیرہ وغیرہ۔

ایسا نہیں کہ مستند کتابیں ان کے علم میں نہیں تھیں یا دسترس سے باہر تھیں۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ کم از کم تعلیم یافتہ یورپین اسلام کے بارے میں صحیح معلومات رکھتے تھے لیکن عیسائیت کی اندھی حمایت میں حقائق پر فرضی داستانوں اور بے بنیاد افواہوں کو ترجیح دیتے تھے۔

اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اپنی تصانیف میں یہ عیسائیوں ہی کو خطاب کرتے تھے، اور انہی کے لیے لکھتے بھی تھے۔ اور عیسائی عوام ان بیانات سے یقیناً خوش ہوتے تھے جن میں اسلام کی مذمت اور اس کے اصولوں کا مذاق اڑایا جاتا تھا۔ لکھنے والوں کو اس بات کا ذرا خیال نہیں ہوتا تھا کہ مسلمان ان کتابوں کو پڑھ کر کیا کہیں گے۔ اس لیے بے دھڑک جو جی چاہتا لکھتے چلے جاتے تھے۔ یہ انداز بارہویں صدی عیسوی میں اختیار کیا گیا اور بعد کے مصنفین اسی راستہ پر چلتے رہے۔[۱]

(۱۱) لیکن اب حالات کافی حد تک بدل چکے ہیں۔ اسلام اب ایک سیاسی خطرہ نہیں۔ آج اسلامی فتوحات کا سیلاب ہے نہ یورپ کی سرحدوں پر مسلمانوں کی یورش۔ اہلِ یورپ نے اپنے تمام علاقے مسلمانوں سے واپس لے لیے ہیں۔ بین الاقوامی تجارت پر نہ عرب قابض ہیں نہ مسلمان، بلکہ یورپ کی اقوام کا تسلط ہے۔

اس دوران اہلِ یورپ بہت سے انقلابات اور تحریکوں سے دوچار ہو چکے ہیں مثلاً نشاۃ ثانیہ (RENAISSANCE) اصلاحِ مذہب (REFORMATION) اور روشن خیالی کی تحریک (ENLIGHTENMENT)۔ فرانس کا انقلاب، صنعتی انقلاب اور سائنسی انقلاب۔ ان تحریکوں اور انقلابات نے فکر و نظر کی نئی راہیں کھول دی ہیں۔ تحقیق و تنقید کی دنیا میں ایک انقلاب برپا ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ عیسائیت کی بنیادیں ہل چکی ہیں۔ اب عام طور پر تعلیم یافتہ یورپین عیسائیت کے بنیادی اصولوں کو بھی شک کی نظروں سے دیکھتے ہیں اور انھیں عیسائیت سے وہ لگاؤ نہیں رہا جو قرون وسطیٰ میں تھا۔

ظاہر ہے ان تحریکوں اور انقلابات کا کچھ نہ کچھ اثر مستشرقین پر بھی ہوا ہے، ان کا اندازِ بیان اور معیارِ تنقید بھی بدلا ہے۔ نئے موضوعات سامنے آئے ہیں اس کے علاوہ چونکہ عیسائیت سے وہ وابستہ

---

[۱] اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کے لیے دیکھئے "اسلام اور مغرب" ص ۴۰، ۸۰، ۱۰۷، ۲۲۹، ۲۲۲، ۲۴۵، ۲۵۶ وغیرہ،

عقیدت نہیں رہی جو قرونِ وسطیٰ کے عیسائیوں کو تھی جس کے جوش میں وہ اسلام کے بارے میں بے بنیاد باتیں کہنا اور اس کے اصولوں کی مذمت کرنا دینی خدمت تصور کرتے تھے۔ بلکہ اہلِ علم کا ایک طبقہ ایسا بھی اُبھر کر سامنے آگیا ہے جو اسلام کا مطالعہ خالص علمی نقطۂ نظر سے کرنے کا مدعی ہے اور نئے رجحانات کی روشنی میں اسباب و علل کا تجزیہ کرنا چاہتا ہے۔

آج بین الاقوامی معاملات اور تعلقات نے ایک نیا رُخ اختیار کر لیا ہے۔ اب وہ کتاب جو بین الاقوامی نقطۂ نظر سے نہ لکھی جائے مشہور و مقبول نہیں ہو سکتی۔ اب مستشرقین صرف عیسائیوں کو خوش کرنے کے لیے اسلام کی مذمت آسانی سے نہیں کر سکتے اور بے دھڑک فرضی داستانیں جو قرونِ وسطیٰ میں سنائی جاتی تھیں نہیں سنا سکتے مثلاً یہ کہ مسلمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے بتوں کی پوجا کرتے ہیں[1] کیونکہ آج ان کا مشاہدہ ہی ان کی تکذیب کر دے گا۔ ان کی کتابیں دنیا کے مختلف خطوں میں جائیں گی، ہر جگہ سے تنقید اور نکتہ چینی ہوگی ان کی بدنامی بھی ہوگی اور کتابوں سے آمدنی بھی متاثر ہوگی۔

بین الاقوامی شہرت حاصل کرنے اور اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کے لیے بین الاقوامی مذاکرات اور سمینار میں شرکت بھی ضروری ہے۔ ظاہر ہے اس قسم کی علمی مجالس میں اہلِ علم کے روبرو دروغ گوئی بہت مہنگی ثابت ہوگی اس کے علاوہ اب مستشرقین یہ بھی نہیں چاہتے کہ مسلمانوں کو مشتعل کیا جائے اس لیے کہ اسلامی ممالک سے ان کے سیاسی اور معاشی مفادات وابستہ ہیں اور وہاں اعلیٰ ملازمتوں اور عہدوں پر وہ فائز ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ عصرِ حاضر کے بیشتر مستشرقین آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں وہ لچر اور بیہودہ باتیں کم از کم کھل کر نہیں کہتے جو قرونِ وسطیٰ کے عیسائی علماء بے دھڑک لکھا کرتے تھے۔

(۱۲) لیکن کیا مستشرقین کا نقطۂ نظر بھی بدل گیا ہے، ان کے مقاصد بھی بدل گئے ہیں، اور کیا اب یہ حق گوئی اور دیانت سے کام لینے لگے ہیں؟ اگر آپ کا یہ خیال ہے تو آپ کو مایوسی ہوگی، کیونکہ

---

[1] اسلام اور مغرب، ص ۲